ارتداد وزندقہ کی حقیقت اور متعلقہ احکام

اس ناکارہ نے "غیر مسلم کے ساتھ مختلف نوعیت کے تعلقات" سے متعلق ایک رسالہ کی شکل میں موضوع سے متعلق مختلف مسائل لکھے تھے جو کچھ عرصہ قبل شائع ہوا، بعض اہل علم حضرات نے بجاطور پر یہ تجویز دی کہ صرف عام کفار سے متعلقہ احکام لکھنا کافی نہیں ہے بلکہ اسی طرز پر مرتدین اور زنادقہ سے متعلق شرعی احکام لکھنا بھی ضروری ہے، اسی تجویز کے تحت یہ مضمون تیار ہوا۔

ارتداد وزندقہ کی حقیقت

دین ومذہب کے اعتبار سے انسانیت کی دو قسمیں ہیں: مسلمان۔ کافر۔ پھر کافر کی یوں تو مختلف جماعتیں اور متعدد قسمیں ہیں لیکن مجموعی طور پر دو ہی قسمیں ہیں ایک کافر اصلی اور دوسرا مرتد۔ کافر اصلی کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابتدا سے کفر پر رہا ہو اور مرتد یہ ہے کہ ایک مرتبہ دین اسلام میں داخل ہونے کے بعد کافر ہو جائے، اسی سے قریب ایک قسم اور ہے جس کو زندیق کہا جاتا ہے، یہ عربی کا لفظ نہیں ہے بلکہ معرّب ہے، بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اس کی اصل لفظ "زندہ" ہے اسی سے زندیق بنا ہے، اس سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو زندگی کے ہمیشہ رہنے کے قائل یعنی قیامت کے منکر ہوں، بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ "زند" دراصل فرقہ مزدکیہ کے مذہبی کتاب کا نام ہے اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے کسی کو زندیق کہا جاتا ہے[1]۔

اس کا اصطلاحی مفہوم کیا ہے؟ اس کے متعلق بھی متعدد اقوال ہیں، لیکن اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے بس اتنی بات واضح رہنی چاہئے کہ الحاد ہو یا زندقہ، اس کا کوئی ایک روپ نہیں ہے بلکہ بیسیوں شکلیں ہو سکتی ہیں، ہر دور میں یہ فتنہ نت نئی قسموں میں نمودار ہوتا ہے، مجموعی طور پر زندیق اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے کسی کفریہ عقیدہ کو اسلام سمجھتا ہو اور اس کفر کے موجود ہوتے ہوئے بھی خود کو مسلمان خیال کرتا ہو، زندیق نہ تو عام کفار کی طرح اسلام کو چھوڑنے کی جرأت کرتا ہے نہ ہی مسلمانوں کی طرح تمام ضروریات دین کا اعتقاد رکھتا ہے۔

زندیق کا مرتد ہونا کوئی ضروری نہیں ہے بلکہ (دونوں میں "عموم من وجہ" کی نسبت ہے چنانچہ) بعض اوقات ارتداد وزندقہ دونوں ایک ہی شخص میں جمع ہو جاتے ہیں مثلاً کوئی شخص مسلمان ہے اور۔ معاذ اللہ۔ پھر وہ قادیانی بن جائے، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مرتد ہو لیکن زندیق نہ ہو جیسے کوئی شخص مسلمان تھا اور اسلام چھوڑ کر یہودی و نصرانی بنا، یا یوں ہی بے دین رہا، اور ایسا بھی ممکن ہے کہ کوئی زندیق ہو لیکن مرتد نہ ہو چنانچہ اگر کوئی شخص مادر زاد قادیانی ہے تو وہ گو اصطلاحی معنی میں مرتد نہیں ہے لیکن زندیق ہے۔

عام کافر اور مرتد کے احکام میں وجہ فرق

شریعت کی روشنی میں عام کافر اور مرتد کے احکام یکساں نہیں ہیں بلکہ دونوں کے حکم میں فرق ہے جس کی تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے، اس کے متعلق عموماً یہ اشکال اٹھایا جاتا ہے کہ اس فرق کی بنیاد کیا ہے؟ جب دونوں کافر ہیں تو احکام میں وجہ فرق کیا ہے؟ یہ سوال خاص طور پر قتل مرتد کے مسئلہ میں بہت دہرایا جاتا ہے اور اس کو آزادی اظہار رائے وغیرہ کے خلاف گردانا جاتا ہے۔

اس کا اصل اور بنیادی جواب تو یہی ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے ہم قرآن وحدیث کی تعلیمات وہدایات کے غیر مشروط طور پر مکلف ہیں اور قرآن وحدیث کی تعلیمات سے یہ فرق ثابت ہوتا ہے، لہٰذا ہم اس فرق کے قائل ہیں، قرآن وحدیث کا ہمارے عقلی توجیہات کے

---

[1] علامہ ابن کمال پاشا رحمہ اللہ نے اس پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے "تصحیح لفظ الزندیق وتوضیح معناہ الدقیق" جو ان کے مجموعہ رسائل کے ج ۵ میں شامل ہے، تفصیل کے لئے اس کی مراجعت فرمائیں۔

مطابق ہونا ضروری ہے نہ ہی ہر ہر حکم شرعی کا کسی علت پر مبنی ہونا اور پھر اس علت تک ہماری ذہنوں کی رسائی کرنا کوئی لازم ہے، بلکہ اسلام وایمان کا تقاضا یہی ہے کہ جب کوئی حکم ثابت ہو جائے تو بے چون وچرا سر تسلیم خم کرے، ع:

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

قتل مرتد کی حکمت

یہ اصل اور اصولی جواب ہے، البتہ اس مسئلہ کی یعنی عام کافر اور مرتد کے احکام کے درمیان احکام میں فرق کی ایک حکمت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ مرتد کا تعلق چونکہ اسلام کے ساتھ رہا ہے وہ کسی زمانے میں اسلام کا معترف اور اسی کو اپنا دین وایمان سمجھتا تھا، اور کسی چیز کو اپنا دین وایمان قرار دینا اس کی تعظیم وقدردانی کا شاید سب سے بڑا درجہ ہوتا ہے جس پر انسان اپنی زندگی اور ذاتی ومالی اغراض تک قربان کردیتا ہے، اب کوئی شخص جب ایک نظریہ کو دین وایمان کی حد تک قبول کرلینے کے بعد بھی برملا چھوڑ بیٹھتا ہے اور اس کے بالکل متضاد نظریہ کو گلے لگانا شروع کرلیتا ہے، یہ اس بات کی کافی دلیل ہوتی ہے کہ شاید اس نظریہ کا کوئی کمزور پہلو اس کے سامنے آگیا جس کی وجہ سے اس کو خیر باد کہا اور اس نظریہ میں کوئی خامی ضرور موجود ہے جس کی وجہ سے لوگ سب کچھ کی قربانی دیدینے کے بعد بھی اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔

عقل مند اور تحقیق مزاج لوگوں کے لئے گو یہ چیز کوئی زیادہ پریشانی یا خطرہ کا موجب نہیں ہوتی، لیکن متوسط طبقہ کے لئے ایسا موقع انتشار کا باعث بن جاتا ہے جس میں خدشہ ہوتا ہے کہ اس کے دیکھا دیکھی کوئی دوسرا فرد اپنے متاعِ دین وایمان کا سودا نہ کرے، ارتداد کرنے والے افراد کمیت وکیفیت یعنی تعداد وصفات کے لحاظ سے جس قدر زیادہ وممتاز ہوں اتنا ہی یہ خطرہ پورے دینی معاشرے کو اپنے لپیٹ میں لے لیتا ہے، اور یہ کوئی فرضی قصہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک زمینی حقیقت ہے اور دین دشمن قوتیں ماضی وحال میں اس کو ایک ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کرتی رہی ہیں، چنانچہ دینِ اسلام کی نعمت سے لوگوں کو محروم رکھنے کے لئے یہود نے جو کچھ منصوبہ بندیاں کی تھیں، ان میں سے ایک منصوبہ یہ بھی تھا۔

قرآن کریم میں ہے:

{وقالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ} [آل عمران : 72]

اور اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کہا جو کچھ مسلمانوں پر اترا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کردو شاید کہ وہ پھر جائیں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ارتداد دین اسلام کے خلاف ایک بغاوت ہے گو یہ بغاوت ظاہر میں غیر مسلح ہے لیکن اپنے مضر اثرات کے لحاظ سے مسلح بغاوت سے زیادہ خطرناک ہے کہ اس کی وجہ سے ذہنی انتشار اور قلبی تردّد پیدا ہوتا ہے، لہٰذا جس طرح بغاوت کی سزا تمام دنیا میں یہی رائج ہے کہ یا تو باغی شخص سرنڈر ہو کر بغاوت سے باز آئے یا اس کو قتل کرکے ملک وملت کو اس کے مضر اثرات سے محفوظ رکھا جائے، یوں ہی دین اسلام میں بھی جرم ارتداد کی یہی سزا ہے کہ یا تو واپس اسلام قبول کرے ورنہ قتل کردیا جائے، البتہ مزید احسان یہ کیا گیا کہ فوراً قتل نہ کیا جائے بلکہ اس کو مناسب حد تک مہلت دی جائے تاکہ وہ غور وخوض کرے اور چاہے تو اپنے جرم کی تلافی کرکے جان بچائے، اور اگر دین اسلام میں کوئی شبہ واعتراض لاحق ہونے کی وجہ سے ارتداد پر آمادہ ہو تو اس کو بھی دور کیا جائے۔

مرتد کے ساتھ مختلف نوعیت کے تعلقات کا حکم

کفار کے ساتھ تعلقات کو مجموعی طور پر تین قسموں میں تقسیم کیا گیا تھا: ا۔ مذہبی تعلقات، یعنی ان کے دین کے متعلق

نظریہ، ان سے دوستی و محبت رکھنا، نکاح و بیاہ کا رشتہ نبھانا، وغیرہ۔ ۲: مدارات، جس میں عیادت و تعزیت، دعوت وضیافت، تعاون اور ہبہ کالین دین وغیرہ سماجی و معاشرتی تعلقات داخل ہیں۔ ۳۔ تجارتی تعلقات و معاملات۔

پہلی نوعیت کے تعلقات تو بالکل جائز نہیں، البتہ اہل کتاب عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی بعض شرائط کے ساتھ گنجائش ہے جس کی تفصیل اصل رسالہ میں درج ہے، مدارات کی بعض شرائط کے ساتھ اجازت ہے، جہاں تک تجارتی تعلقات کا حکم ہے تو اس میں اصلاً کافر و غیر کافر کا فرق نہیں ہے تاہم بعض خارجی عوامل کی وجہ سے اس کے لئے بھی کچھ شرائط ذکر کئے گئے ہیں۔

یہ عام کافر کے ساتھ تعلقات کے احکام ہیں، اگر کوئی کافر مرتد ہے تو اس کے ساتھ تعلقات کا ضابطہ یہ ہے کہ:

الف: پہلی نوعیت کے تعلقات تو عام کفار کی طرح اس کے ساتھ بھی رکھنا ناجائز ہے۔

ب: دوسری قسم کی تعلقات رکھنا عام کفار کے ساتھ بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے جبکہ کافر حربی کے ساتھ ناجائز ہے، اس باب میں مرتد کا حکم بھی حربی کافر کا ہے لہٰذا جس طرح حربی کے ساتھ اس قسم کا تعلق استوار رکھنا اصلاً ناجائز ہے یوں ہی مرتد کے ساتھ بھی ناجائز ہے، بلکہ غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حکم کے لحاظ سے مرتد، حربی ہی کی ایک قسم ہے، یہی وجہ ہے کہ دونوں کی جان و مال معصوم نہیں ہے، لہٰذا عام حالات میں مرتد کے ساتھ احسان و تعاون کرنا، اس کی عیادت و تعزیت کرنا، ان سے میل جول رکھنا، اس کی دعوت وضیافت کرنا یا قبول کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

مرتد کے ساتھ تجارتی تعلقات رکھنا

ج: یعنی مرتد کے ساتھ خرید و فروخت، کرایہ داری وغیرہ کے معاملات کرنا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک موقوف ہے اگر وہ اسلام لے آیا تو یہ تصرفات نافذ ہو جائیں گی ورنہ نہیں، جبکہ حضرات صاحبین کے نزدیک یہ تصرفات نافذ ہو جاتے ہیں، امام صاحب کا قول راجح ہے۔[2]

لیکن یہ اختلاف نفاذ میں ہے کہ مرتد کے اس نوعیت کے تصرفات نافذ ہو جائیں گی یا نہیں؟ جواز میں نہیں ہے اور کسی عقد کا موقوف ہونا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کے ساتھ تجارتی تعلقات فی نفسہ ناجائز نہیں ہے، لیکن ارتداد اختیار کرنے کی وجہ سے چونکہ وہ اپنے آپ کو دین اسلام کا گویا باغی ٹھہرا چکا ہے اور دین اسلام بھی ارتداد کی حالت میں اس کے تین دن سے زیادہ باقی رہنے کو جائز نہیں سمجھتا اس لئے دینی غیرت و اسلامی حمیت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے ساتھ ایسے تعلقات بھی قائم نہیں کئے جائیں اور جہاں تک ہو سکے تو خدا اور رسول کے دشمن کو اپنا دشمن تصور کر لینا چاہئے، لہٰذا بلا ضرورت اس کے ساتھ تجارتی معاملات کرنا دینی غیرت کے خلاف ہے۔

نیز یہ بھی واضح رہے کہ یہ حکم تب ہے جب کہ صرف تجارتی معاملہ ہی کرنا مقصود ہو، اگر اس کے ساتھ مستقل تجارتی تعلق رکھا جائے اور اس کے نتیجہ میں خطرہ ہو کہ:

الف: تعلق رکھنے والے مسلمان ان کی باتوں یا ان کے ظاہری اخلاق سے متاثر ہو کر ان کی طرح ارتداد کی طرف گامزن ہو جائے گا۔

ب: یا اپنے دین اسلام کے متعلق کسی قسم کے تذبذب کا شکار ہو جائے گا۔

ج: یا تعلق رکھنے والے کے متعلق تو خطرہ نہ ہو لیکن ان کی دیکھا دیکھی دیگر مسلمانوں کے بارے میں ایسا خدشہ ہو۔

---

[2] اللباب في شرح الكتاب، ج4ص 151

د: یا خود مرتد کے متعلق یہ گمان ہو کہ مسلمانوں کے تجارتی تعلقات رکھنے کی وجہ سے اس کو اپنے اس ناجائز اقدام میں تائید وتقویت ملتی ہو، توان ساری صورتوں میں اس کے ساتھ تجارتی تعلقات رکھنا بھی جائز نہیں بلکہ احتراز کرنا ضروری ہے۔

مرتد کی جان کا حکم

اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر (معاذ اللہ) کوئی شخص مرتد ہو جائے تو واجب القتل ہو جاتا ہے اور اس کا قتل کرنا واجب ہے، البتہ ہمارے نزدیک اس کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ قید کر کے اس کو دین اسلام دوبارہ قبول کرنے کی دعوت دی جائے اگر کسی مسئلہ میں شبہ یا اعتراض پیش آنے کی وجہ سے مرتد ہوا ہے تو اس کی شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے، اس کے بعد اگر وہ اسلام لے آیا تو بہتر، ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے، یہ تو مرتد مرد کا حکم ہے، اگر عورت مرتد ہو جائے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ قید میں رکھ کر مناسب حال سزا دی جائے گی یہاں تک کہ یا تو اسلام قبول کرے اور یا مر جائے۔

"الاختیار" میں ہے:

(وإذا ارتد المسلم والعياذ بالله) عن الإسلام (يحبس ويعرض عليه الإسلام وتكشف شبهته، فإن أسلم وإلا قتل) ، أما حبسه وعرض الإسلام عليه فليس بواجب لأنه بلغته الدعوة؛ والكافر إذا بلغته الدعوة لا تجب أن تعاد عليه فهذا أولى، لكن يستحب ذلك؛لأن الظاهر إنما ارتد لشبهة دخلت عليه أو ضيم أصابه فيكشف ذلك عنه ليعود إلى الإسلام وهو أهون من القتل.3

اگر نعوذ باللہ کوئی مسلمان مرتد ہو جائے، تو قید کر کے اسے اسلام کی دعوت دی جائے گی، اور اس کے خلجان کو دور کیا جائے گا، اگر دوبارہ مسلمان ہو جائے تو ٹھیک ورنہ قتل کیا جائے گا، قید کر کے اسلام پیش کرنا کوئی ضروری نہیں، کیونکہ اسے اللہ کا پیغام پہنچ چکا ہے، اور کافر کو جب دعوت پہنچی ہو تو دوبارہ دعوت دینا کوئی ضروری نہیں، لہذا مرتد کو بطریق اولیٰ دعوت دینا ضروری نہیں، البتہ مستحب یہ ہے کہ اسے دعوت دی جائے، کیونکہ ممکن ہے کہ اسے کوئی شبہ درپیش ہو، یا وہ زیادتی کا شکار بنا ہو، تو اسے دور کر کے اگر اسلام قبول کرے تو بہتر ہے کیونکہ یہ معاملہ قتل کے بنسبت زیادہ آسان ہے۔

"تحفۃ الفقہاء" میں ہے:

وأما حكم أهل الردة فنقول لهم أحكام من ذلك أن الرجل المرتد يقتل لا محالة إذا لم يسلم ولا يسترق لكن المستحب أن يعرض عليه الإسلام أولا فإن أسلم وإلا فيقتل من ساعته إذا لم يطلب التأجيل فأما إذا طلب التأجيل إلى ثلاثة أيام لينظر في أمره فإنه يؤجل ولا يزاد عليه ولكن مشايخنا قالوا الأولى أن يؤجل ثلاثة أيام ويحبس ويعرض عليه الإسلام فإذا وقع اليأس فحينئذ يقتل،فأما المرأة فلا تقتل عندنا4

مرتد سے متعلق چند احکامات ہیں: ایک یہ کہ مرتد شخص جب دوبارہ اسلام قبول نہ کرے تو اسے غلام بنائے بغیر ضرور قتل کیا جائے گا، تاہم مستحب یہ ہے کہ اسے اسلام کی دعوت دی جائے، اگر اسلام قبول کرے تو بہتر ورنہ اگر وہ سوچ وبچار کے لیے کوئی مہلت نہ مانگے تو فوراً قتل کیا جائے، اگر سوچ بچار کے لیے مہلت مانگے تو تین دن کی مہلت دی جائے، اس سے زائد نہیں، بعض مشائخ کی رائے یہ ہے کہ اسے

3 الاختیار لتعلیل المختار، ج4ص 145

4 تحفة الفقهاء ،كتاب السير، ج 3ص308

قید کر کے مہلت مانگے بغیر بھی تین دن کی مہلت اور دوبارہ دعوت دی جائے،اور جب مسلمان ہونے کی کوئی امید باقی نہ رہے تب قتل کیا جائے،البتہ عورت اگر مرتد ہو جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

مرتد کے مال واملاک کا حکم

اس کے متعلق تین مسائل ہیں:

۱۔ مرتد کی ملکیت کا حکم۔

۲۔ مرتد کے میراث کا حکم۔

۳۔اس کے دیون کا حکم

جہاں تک ملکیت کا حکم ہے تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ ارتداد قتل کرنے کا موجب ہے اس لئے ارتداد کی وجہ سے اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی اور وہ اپنے املاک کا مالک نہیں رہے گا،البتہ آگے چونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اسلام قبول کرے اور یہ بھی کہ اسی حالت میں قتل کیا جائے،اس لئے یہ زوالِ ملک موقوف رہے گا،اگر اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی تو پہلے کی طرف اپنی املاک کا مالک رہے گا اور اگر ارتداد ہی کی حالت میں قتل کیا گیا تو اس کا حکم میراث کا ہے،حضرات صاحبین کے نزدیک محض ارتداد کی وجہ سے ملکیت زائل نہیں ہو گی جب کہ وہ قتل نہ ہو جائے یا کسی دار الحرب میں پناہ نہ لے۔

"تحفۃ الفقہاء" میں ہے:

> ومنها حكم مال المرتد وتصرفاته قال أبو حنيفة إنه موقوف فإن مات أو قتل على ردته أو لحق بدار الحرب بطل جميع ذلك ... وإن أسلم صح ذلك كله لأن ماله موقوف عنده بين أن يصير لورثته من وقت الردة وبين أن يبقى له إذا أسلم فالتصرفات المبنية عليه كذلك،وعند أبي يوسف تصرفاته صحيحة مثل تصرف الصحيح،وعند محمد تصرفاته مثل تصرف المريض لا تصح تبرعاته إلا من الثلث لأن عندهما ملكه باق بعد الردة وإنما يزول بالموت والقتل وإلحاق بدار الحرب[5]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مرتد کی ملکیت اور تصرفات مسلمان پر موقوف ہیں، چنانچہ ارتداد کی حالت میں مرنے، قتل ہونے یا دار الحرب منتقل ہونے کی صورت میں اس کے تمام تصرفات باطل ہونگے،جبکہ مسلمان ہونے کے بعد نافذ،امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تندرست آدمی کی طرح اس کے تمام تصرفات نافذ ہونگے،امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے تصرفات مرض الموت کے مریض کی طرح ہیں، یعنی: جو تبرعات ہیں وہ ثلث مال تک نافذ ہونگے۔ بہر حال صاحبین کے نزدیک مرتد ہونے کے بعد بھی اس کی ملکیت برقرار رہتی ہے جو کہ طبعی موت مرنے، قتل ہونے یا دار الحرب منتقل ہونے سے ہی ختم ہو گی۔

مرتد کی میراث کا حکم

اگر کوئی شخص حالت ارتداد ہی میں مر جائے تو اس کے ترکہ واملاک کی دو صورتیں ہیں:

الف: وہ چیزیں/نقد، جو اس نے اسلام کی حالت میں کمائی یا جمع کی تھی،اس کا حکم یہ ہے کہ بالاتفاق اس میں میراث جاری ہو گا۔

ب: وہ اشیاء جو ارتداد کی حالت میں کمائی۔ اس میں امام صاحب اور حضرات صاحبین کا اختلاف ہے،امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حکم مال فئ کا ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اس میں بھی ضابطہ کے مطابق میراث جاری ہو گی۔

---

[5] كتاب السير، ج 3ص310

"جامع صغیر" میں ہے:

مرتد له مال اكتسبه في حال الإسلام ومال اكتسبه في حال الردة فأسلم فهو له وإن لحق بدار الحرب أو مات على ردته فما كان له حال الإسلام فهو لورثته وما كان في حال الردة فهو فيء وقال أبو يوسف ومحمد (رحمهما الله) جميع ذلك لورثته[6]

مرتد نے اسلام یا ارتداد کی حالت میں جو کچھ مال کمایا ہے، اسلام لانے کے بعد دونوں قسم اموال اس کی ملکیت شمار ہو گی، البتہ مرتد ہونے کے بعد اگر وہ دار الحرب منتقل ہو جائے، تو اسلام کی حالت میں کمایا ہوا مال ورثاء کا حق ہے، اور ارتداد کی حالت میں کمایا ہوا مال فیئ ہو گا، حضرات صاحبین کے نزدیک دونوں قسم مال ورثاء کا حق ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کی "کتاب الاصل" میں ہے:

قلت: أرأيت الرجل إذا ارتد عن الإسلام فاكتسب مالاً في ردته أيكون ميراثاً بين ورثته؟ قال: لا، ولكن يكون فيئاً في بيت المال. قلت: ولمَ؟ قال: لأنه اكتسبه وهو مرتد حلال دمه بمنزلة أهل الحرب. وقال أبو يوسف ومحمد: نرى أن ما اكتسبه في ردته ميراث لورثته، ونرى عتقه في ردته جائزاً، ولا يكون شيء مما اكتسبه في دار الإسلام فيئاً، إلا أن محمداً قال في ذلك: هو فيما أعتق أو باع أو اشترى بمنزلة المريض.....

قلت: فإن أبى أن يسلم فقتله الإمام أيقسم ماله بين ورثته على فرائض الله تعالى؟ قال: نعم. قلت: فهل بلغك في هذا أثر؟ قال: نعم، بلغنا عن علي بن أبي طالب أنه قتل مرتداً وقسم ماله بين ورثته على فرائض الله تعالى. وبلغنا نحو من ذلك عن علي وعبد الله بن مسعود. قلت: أرأيت الرجل إذا ارتد عن الإسلام هل تقسم ماله بين ورثته وهو مقيم في الدار قبل أن تقتله؟قال: لا. قلت: فإن لحق بأرض الحرب ثم رفع ذلك إلى الإمام هل تقسم ماله بين ورثته؟ قال: نعم. قلت: وتعد هذا بمنزلته لو مات؟ قال: نعم.[7]

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک ارتداد کی حالت میں کمایا ہوا مال "مال فئ" شمار ہو گا، میراث بن کر ورثاء کے درمیان تقسیم نہ ہو گا، کیونکہ ارتداد کی وجہ سے وہ مباح الدم ہو کر حربی کی طرح بن گیا۔ حضرات صاحبین کے نزدیک ارتداد کی حالت میں کمایا ہوا مال بھی ورثاء کا حق ہے، کیونکہ دار الاسلام میں کمایا ہوا مال فئ نہیں بن ہوتا، البتہ امام محمد کے نزدیک اس کے تبرعات جیسے غلام آزاد کرنا وغیرہ مرض الموت کے مریض کی طرح صرف ثلث مال کی حد تک نافذ ہونگے۔

اگر مرتد دوبارہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرے تو اس کا مال ورثاء کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، جس کی دلیل حضرت علیؓ کا وہ اثر ہے جس میں نقل ہے کہ انہوں نے ایک مرتد کو قتل کر کے اس کا ساز و سامان ورثاء کے درمیان تقسیم کیا تھا، اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود سے بھی ایک حدیث مروی ہے۔ تاہم قتل ہونے سے پہلے پہلے اس کا مال ورثاء کے درمیان تقسیم نہیں کیا جائے گا البتہ مرتد ہونے کے بعد اگر وہ دار الحرب منتقل ہو جائے تو مردوں میں شمار ہونے کی وجہ سے اس کا مال و متاع ورثاء کے درمیان تقسیم ہو گا۔

"الاختیار" میں ہے:

---

[6] الجامع الصغير، باب الارتداد واللحاق بدار الحرب،ص307

[7] الأصل للشيباني ط قطر، باب الأحكام في الارتداد عن الإسلام، ج7ص 495

ويزول (سم) ، ملكه عن أمواله زوالا مراعى، فإن أسلم عادت إلى حالها،وإن مات أو قتل أو لحق بدار الحرب وحكم بلحاقه عتق مدبروه وأمهات أولاده وحلت الديون التي عليه ونقلت أكسابه في الإسلام إلى ورثته المسلمين، وأكساب الردة فيء (سم)[8]

مرتد کا اپنے مال ومتاع سے ملکیت ایک وقت تک ختم سمجھی جائے گی، چنانچہ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو واپس اس کی ملکیت شمار ہو گی ورنہ طبعی موت مرنے، قتل ہونے یا دار الحرب منتقل ہونے کی صورت میں اس کے ذمے قرضوں کی ادائیگی فوراً لازم ہو گی، اور حالت اسلام میں کمایا ہوا مال اس کے مسلمان ورثاء کا حق جبکہ ارتداد کی حالت میں کمایا ہوا مال "مال فی" شمار ہو گا۔

مرتد کے دیون کا حکم

اگر کسی کا مرتد کے ذمے قرض ہو اور وہ مر جائے تو حضرات صاحبین کے نزدیک اس کے مجموعہ ترکہ میں سے اس قرض کو ادا کیا جائے گا چاہے وہ ترکہ اسلام کی حالت میں کمایا تھا یا ارتداد کے بعد، امام صاحب رحمہ اللہ سے اس کے متعلق متعدد روایات نقل کی گئی ہیں ،ایک روایت یہ بھی ہے کہ حالت اسلام کی قرضوں کو اسی دور کی کمائی سے پورا کر دیا جائے گا اور زمانہ ارتداد کی قرضوں کو اسی وقت کی کمائی سے پورا کر دیا جائے گا، البتہ راجح یہ ہے کہ اولاً حالت اسلام میں جمع کی ہوئی کمائی سے دین ادا کیا جائے گا، البتہ اگر دین اس سے زیادہ ہو اور حالت اسلام کی کمائی اس کے لئے کافی نہ ہوتی ہو تو ارتداد کی حالت میں کی گئی کمائی سے دین کو پورا کر دیا جائے۔[9]

"الاختیار" میں ہے:

وحلت الديون التي عليه ونقلت أكسابه في الإسلام إلى ورثته المسلمين، وأكساب الردة فيء (سم) ، وتقضى ديون الإسلام من كسب الإسلام، وديون الردة من كسبها (سم) ، فإن عاد مسلما فما وجده في يد وارثه من ماله أخذه.[10]

مرتد کے ذمے قرضوں کی ادائیگی فوراً لازم ہو گی، حالت اسلام میں کمایا ہوا مال ورثاء کا حق جبکہ ارتداد کی حالت میں کمایا ہوا مال "مال فی" شمار ہو گا، اسلام کی حالت میں لی گئی قرضوں کو اس کے حالت اسلام کی کمائی سے ادا کیا جائے گی، اور ارتداد کے دیون ردت کی حالت میں کمائے ہوئے پیسوں سے، البتہ دوبارہ مسلمان ہو کر اگر وہ دار الاسلام آئے تو ورثاء کے پاس اس کا جتنا مال اپنی حالت میں موجود ہو اسے واپس لے سکتا ہے۔

مرتد کے تصرفات کا حکم

مرتد کے تصرفات کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ وہ تصرفات جو بالاتفاق نافذ ہیں، یہ وہ تصرفات ہیں جن کے لئے کسی دین وملت کا ہونا شرط نہ ہو، مثلاً طلاق دینا۔

۲۔ وہ تصرفات جو بالاتفاق باطل ہیں، اس سے مراد وہ تصرفات ہیں جن کے لئے دینی سماوی کا پابند ہونا شرط ہو، مثلاً نکاح اور ذبیحہ کا حلال ہونا۔

۳۔ وہ تصرفات جو بالاتفاق موقوف ہوں، مثلاً شرکت مفاوضہ، چونکہ مفاوضہ کے درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ دونوں شریک سب کچھ حقوق وذمہ داریوں میں مساوی ہوں جبکہ مرتد بہت سے حقوق میں مسلمان کے ساتھ مساوی نہیں ہے۔

---

[8] الاختيار لتعليل المختار،فصل المرتد،ج4ص 146

[9] بدائع الصنائع، كتاب السير،بيان أحكام المرتدين،ج٧ص١٣٩

[10] الاختيار لتعليل المختار،فصل المرتد،ج4ص146

۴۔وہ تصرفات جن کے نافذ ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہو،مثلاً خرید وفروخت اور اجارہ داری وغیرہ، امام صاحب کے نزدیک یہ تصرفات موقوف ہیں اگر وہ اسلام لے آیا تو نافذ ہو جائیں گی ورنہ نہیں، جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ تصرفات نافذ ہیں،البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حکم مریض الموت کی طرح ہوگا لہٰذا ثلث کی حد تک تصرفات نافذ ہوں گی جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک عام تندرست آدمی کا حکم ہوگا۔

"جامع صغیر" میں ہے:

مرتد أعتق أو وهب أو باع أو اشترى ثم أسلم جاز ما صنع وإن لحق أو مات على ردته بطل ذلك كله وقال أبو يوسف ومحمد (رحمهما الله) يجوز ما صنع في الوجهين وقال محمد (رحمه الله) هو في ذلك بمنزلة المريض[11]

اگر مرتد غلام آزاد کرے، ہبہ کرے، خرید وفروخت کا کوئی معاملہ کرے تو اسلام لانے کے بعد وہ نافذ ہونگیں البتہ ارتداد کی حالت میں مرنے یا دار الحرب منتقل ہونے سے یہ تمام تصرفات باطل ہونگیں۔

فائدہ: یہ اختلاف مرتد مرد کے بارے میں ہے،البتہ خدانخواستہ عورت مرتد ہو جائے تو چونکہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک وہ واجب القتل نہیں ہے لہٰذا اگر وہ اس نوعیت کے تصرفات کرے تو نافذ ہو جائیں گی۔

زندیق کے احکام

اگر کوئی شخص پہلے مسلمان تھا پھر خدانخواستہ زندیق بنا تو اس کا حکم تو وہی مرتد والا ہے جو پہلے ذکر کیا گیا،اور اگر کسی غیر مسلم شخص نے زندقہ اختیار کیا چاہے وہ حربی ہو یا ذمی، تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ علامہ ابن کمال پاشا رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایسا شخص اپنے الحاد وزندقہ کی طرف لوگوں کو دعوت نہ دیتا ہو تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص ایک دین کفر سے دوسرے نوع کفر کی طرف پھر گیا مثلاً پہلے نصرانی یا مجوسی تھا اور پھر ہندو یا یہودی ہو گیا،اور اگر اپنے الحاد و زندقہ کی دعوت بھی دیتا ہو تو اس کو قتل کرنا ضروری ہے،البتہ اگر وہ پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرے اور اپنے زندقہ سے باز آنے کی یقین دہانی کرے تو ایسی صورت میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن کمال پاشا رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اعلم أنه لا يخلو، إما أن يكون معروفا داعيا إلى الضلال أو لا. والثاني ما ذكره صاحب الهداية في التجنيس من أنه على ثلاثة أوجه: إما أن يكون زنديقا من الأصل على الشرك، أو يكون مسلما فيتزندق، أو يكون ذميا فيتزندق، فالأول يترك على شركه إن كان من العجم، أي بخلاف مشرك العرب فإنه لا يترك. والثاني يقتل إن لم يسلم لأنه مرتد. وفي الثالث يترك على حاله لأن الكفر ملة واحدة اه— والأول أي المعروف الداعي لا يخلو من أن يتوب بالاختيار ويرجع عما فيه قبل أن يؤخذ أولا، والثاني يقتل دون الأول[12]

زندیق کی دو قسمیں ہیں: یا جانا پہچانا اور اپنی گمراہی کی طرف دعوت دینے والا ہو گا یا نہیں،اگر دعوت نہ دے تو پھر اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: یا تو وہ ابتداء سے مشرک اور زندیق چلتا آئے گا، یا مرتد ہو کر زندیق بنتا پھرے گا، یا ذمی ہو کر زندیق ہو گا۔اول قسم کے زنادقہ

---

[11] الجامع الصغير، باب الارتداد واللحاق بدار الحرب،ص305، وليراجع للاستزادة: الهداية في شرح بداية المبتدي،ج2ص 408.وشرح السير الكبير،باب ما يوقف من أمر المرتدين وما لا يوقف من ذلك،ج1ص 1922.

[12] رد المحتار مع الدر المختار وحاشية ابن عابدين،كتاب الجهاد،باب المرتد،مطلب في الفرق بين الزنديق والمنافق والدهري والملحد،ج4ص 241

اگر عجم کے مشرکین ہو تو اسے اپنی حالت پر رہنے دیا جائے گا، البتہ عرب کے مشرکین کے لیے قتل کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ دوسری قسم زنادقہ چونکہ مرتد ہیں وہ اگر اسلام قبول نہ کریں تو قتل کیے جائیں گے، تیسری قسم زنادقہ کو بھی اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ یہ بھی کافروں کی ایک قسم ہے اور تمام کفار درجہ میں برابر ہیں، البتہ زندیق کی پہلی قسم اگر گرفتاری سے پہلے اپنی رضامندی سے توبہ کرکے مسلمان ہو جائے تو ٹھیک، ورنہ قتل کیا جائے گا۔

زندیق شخص کا توبہ قبول ہوگا یا نہیں؟ اس کے متعلق فقہاء احناف کی آراء مختلف ہیں، قاضی خان رحمہ اللہ وغیرہ فقہاء کرام نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ اگر پکڑے جانے سے پہلے وہ سچی توبہ کرے تو قبول کی جائے گی اور قتل کا حکم ختم ہو جائے گا اور اگر پکڑے جانے کے بعد توبہ کرتا ہے تو قتل وغیرہ دنیوی احکام کی حد تک اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور قتل کیا جائے گا، "در مختار" میں ہے:

ثم قال (و) كذا الكافر بسبب (الزندقة) لا توبة له، وجعله في الفتح ظاهر المذهب، لكن في حظر الخانية الفتوى على أنه (إذا أخذ) الساحر أو الزنديق المعروف الداعي (قبل توبته) ثم تاب لم تقبل توبته ويقتل، ولو أخذ بعدها قبلت.13

جو شخص زندیق بن کر کفر اختیار کرے اس کا توبہ معتبر نہیں، مگر فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ: مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ ساحر اور اپنی گمراہی کی طرف داعی زندیق اگر توبہ کرنے سے پہلے گرفتار ہو جائیں، تو اس کا اعتبار نہ کرکے انہیں قتل کیا جائے گا، البتہ گرفتاری سے پہلے پہلے توبہ کرنے کی صورت میں اس کا توبہ معتبر ہوگا۔

زندیق داعی کا حکم

یوں تو زندیق کا حکم وہی ہے جو مرتد کا ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا، البتہ اگر کوئی زندیق اپنے زندقہ کی طرف لوگوں کو دعوت بھی دیتا ہے تو اس کا معاملہ مرتد کی بنسبت زیادہ سنگین ہو جاتا ہے کیونکہ مرتد صریح طور پر لوگوں کو گمراہ بننے کا سبب نہیں بنتا، گو اپنے اقدام کی وجہ سے لوگوں کی گمراہی کا موجب بنے لیکن لوگوں کو اپنی گمراہی کی طرف راغب نہیں کرتا، جبکہ زندیق باوجودیکہ کافر ہے لیکن اپنے کفر کو اسلام کی شکل میں پیش کرتا ہے اور دین اسلام ہی کے عنوان پر لوگوں کو اپنی طرف راغب کرتا ہے اس لئے ایسا شخص واجب القتل تو ہے ہی، عام تجارتی تعلقات اور لین دین کی وجہ سے بھی جہاں اندیشہ ہو کہ لوگ اس کو مسلمان سمجھنا شروع کریں گے یا کچھ لوگ اس کے ناجائز منصوبہ کا ہدف بن جائیں گے وہاں ایسے تعلقات سے بھی احتراز کرنا ضروری ہے۔

"صحیح مسلم" کی روایت ہے:

حدثني أبو شريح أنه سمع شراحيل بن يزيد، يقول: أخبرني مسلم بن يسار، أنه سمع أبا هريرة، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يكون في آخر الزمان دجالون كذابون، يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم، ولا آباؤكم، فإياكم وإياهم، لا يضلونكم، ولا يفتنونكم»14

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: آخری دور میں کئی جھوٹ بولنے والے اور فریب کرنے والے لوگ ہونگے، جو آپ کو نئے نئے احادیث سنائیں گے، جو آپ نے یا آپ کے بڑوں نے نہیں سنے ہونگے، ان سے دور رہو، تاکہ تمھیں گمراہ کرکے مصیبت میں نہ ڈالے۔

محدث ابن وضاح قرطبیؒ رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ نقل فرماتے ہیں:

---

13 الدر المختار مع حاشية ابن عابدين، كتاب الجهاد، باب المرتد، ج4ص 241

14 صحيح مسلم، باب في الضعفاء والكذابين ومن يرغب عن حديثهم

عن معاذ بن جبل قال: " تكون فتنة يكثر فيها المال ويفتح فيها القرآن حتى يقرأه المؤمن والمنافق والرجل والمرأة والصـــغير والكبيرفيقرأه الرجل ســـرا فلا يتبع فيقول: ما أتبع فوالله لأقرأنه علانية, فيقرأه علانية فلا يتبع فيتخذ مسجدا ويبتدع كلاما ليس من كتاب الله ولا من سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فإياكم

وإياه؛ فإنها بدعة ضلالة وإياكم وإياه؛ فإنها بدعة ضلالةفإياكم وإياه؛ فإنها بدعة ضلالة ثلاثا "[15]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عنقریب ایسا فتنہ ہوگا جس میں مال کی بہتات ہوگی، جس میں قرآن کھول کر مسلمان ہو یا منافق مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا سب اسے پڑھیں گے، کوئی ماننے والا نہ ہوگا، چپکے چپکے سنانے سے مجبور ہو کر آدمی علانیہ سنانے کی قسم کھائے گا پھر بھی ناامید ہوگا، مجبور ہو کر وہ مسجد کا رخ کر کے اپنی طرف سے باتیں ایجاد کرے گا، جس کا اللہ تعالی کے کلام یا رسول اللہ ﷺ کے احادیث کے ساتھ کچھ واسطہ نہ ہوگا، آپ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ: اس قسم لوگوں سے بچتے رہنا کیونکہ یہ بدعت اور گمراہی ہے۔

ان روایات کا ایک بڑا مصداق زندیق داعی ہے، لہٰذا ایسے افراد کے ساتھ کسی بھی قسم کے تعلقات رکھنے سے گریز ہی کرتے رہنا چاہئے۔

الحاد وزندقہ کا عصری جائزہ

موجودہ زمانہ میں الحاد وزندقہ کا ایک طوفان ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا، آئے دن طرح طرح کے فتنے اور رنگ برنگ گمراہیاں معاشرے میں اپنا ڈیرا ڈالتی رہتی ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان فتنوں کا خاتمہ کب اور کیسے ہو! خدا کرے کہ جلد ہی فتنوں کی تاریک بادل چھٹ جائے، قابل افسوس امر یہ ہے کہ ماضی کی بنسبت الحاد وزندقہ کے دواعی واسباب اور اس کے لئے سازگار ماحول آج کل زیادہ ہے اس لئے بیسیوں شکلوں میں اس کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے، البتہ بنیادی طور پر الحاد وزندقہ کی دو ظاہری صورتیں ہیں: ایک دین کے جامہ میں الحاد کا زہر اور دوسری شکل دنیا کے عنوان سے الحاد کا سیلاب ہے۔

جہاں تک پہلی صورت ہے تو اس کا مظاہرہ قادیانیت، آغاخانیت، رافضیت، انکار حدیث وغیرہ طرح طرح جماعتوں کی شکل میں ہوتا ہے جو نام اور عنوان دین اسلام ہی کا استعمال کرتے ہیں لیکن اعتقاد و نظریہ کفریہ رکھتے ہیں، خود کو مسلمان ہی ظاہر کرتے ہیں بلکہ پورے زور کے ساتھ اس کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ساتھ متعدد دینی قطعی احکام کا انکار بھی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اپنی اس گمراہی کے دلدل میں دھکیلنے اور پھنسانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے، جس کی وجہ سے امت مرحومہ کی ایک بڑی تعداد ان کے جال تزویر میں الجھ کر دین اسلام اور اس کے صراط مستقیم سے دور اور بہت دور جا پڑی ہیں۔

رہی زندقہ والحاد کی دوسری صورت یعنی دنیا کے نام سے الحاد، تو اس کا مظاہرہ دین حق کے مقابلہ میں مختلف نظامہائے زندگی کو اپنانے اور اس کو اپنے دین وعقیدہ کی حد تک اختیار کرنے کی شکل میں ہوتا ہے، اس کے لئے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے مختصر اور مفید رسالہ "ردّۃ ولاابا بکرلہا" کی طرف مراجعت کرنا مفید بلکہ ضروری ہے جس کا اردو ترجمہ بھی ہوا ہے۔

یاد رہے کہ امت مسلمہ کے لئے عام کفار کی بنسبت زنادقہ زیادہ خطرناک اور مضر ثابت ہوتے ہیں کیونکہ یہ لوگ آستین کے سانپ کی مانند دین ہی کے نام پر کفر پھیلاتے ہیں، اسلام کے دعویٰ پر بے دینی کو فروغ دیتے ہیں جس کی وجہ سے اسلامی جمعیت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور ان کی باتوں میں آکر کئی مسلمان اسلام کی نعمت سے نہ چاہتے ہوئے بھی محروم رہ جاتے ہیں جبکہ عام کافر اس قدر نقصان

---

[15] البدع لابن وضاح ،ص: 60

نہیں کر سکتا، اس لئے خیر خواہاں ملت اور غمخواران دین کی ذمہ داری ہے کہ ان کی طرف سے اطمینان میں نہ رہے بلکہ ان کے متعلق جو کچھ شرعی احکام ہیں، ان کو نافذ کرنے کی کوشش کی جائے اور جہاں یہ بات ممکن نہ ہو وہاں کم از کم ان کی گمراہیوں سے امت کے سرمایہ کو بچانے کی مقدور بھر کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

عبیدالرحمن

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم الرحمانیہ مردان

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ

☆☆☆☆☆☆☆